شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

کے سفر حرمین شریفین کی مستند ترین تفصیلی روداد

یہ روداد امام الہند شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کے تلمیذ رشید وخلیفہ اجل شیخ محمد عاشق پھلتی متوفی فی حدود ۱۱۸۷ھ نے تلمبند فرمائی ہے جو اس سفر میں حضرت شاہ صاحب کے رفیق سفر تھے اس لئے اسکے مندرجات شنیدہ نہیں بلکہ دیدہ پر مشتمل ہیں جسے شیخ پھلتیؒ نے اپنی نادرۂ روزگار تالیف "القول الجلی فی ذکر آثار الولی" میں صفحہ ۳۹ سے صفحہ ۹۴ تک میں تحریر فرمایا ہے چونکہ القول الجلی ایک مدت سے نایاب تھی اس لئے حضرت شاہ صاحب پر کام کرنے والے حضرات اس سے استفادہ نہیں کرسکے حالانکہ یہ روداد اس اعتبار سے نہایت اہم ہے کہ اس سے شاہ صاحب کی علمی وعرفانی منزلت اور عظمتِ شان نکھر کر سامنے آجاتی ہے اور ایک ایسے مستند ذریعہ سے جس پر خود شاہ صاحب نے بھی اعتماد کیا ہے۔

مدت ہوئی ایک مرتبہ محدث جلیل مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی نور اللہ مرقدہٗ سے سنا تھا کہ تکیہ کاکوری میں القول الجلیل کا ایک قلمی نسخہ ہے بعد میں معلوم ہوا کہ خدا بخش لائبریری پٹنہ میں بھی اس کا ایک ناقص مخطوطہ ہے، ان دو نسخوں کے علاوہ اب تک کسی تیسرے نسخہ کا علم نہیں ہوسکا اسی کاکوری نسخہ کا عکس لیکر شاہ ابوالخیر اکاڈمی شاہ ابوالخیر مارگ دہلی ۶ نے ۱۴۰۹ھ ۱۹۸۹ء میں اس نایاب کتاب کو شائع کردیا ہے، میرے سامنے یہی مطبوعہ نسخہ ہے جو کاکوری والے نسخہ کا عکس ہے کاتب اس نسخہ کی کتابت سے جمعہ ۲۵ شعبان ۱۲۲۹ھ مطابق ۱۲ راگست ۱۸۱۳ء کو فارغ ہوئے ہیں، کتابت میں جابجا غلطیاں ہیں بالخصوص عربی عبارت میں غلطیاں بیحد ہیں جس کی وجہ سے استفادہ میں بڑی دشواری پیش آتی ہے پھر بھی شاہ صاحب پر ایک مستند ترین کتاب اہل علم کے ہاتھوں میں پہنچ گئی جسے ایک نعمت غیر مترقبہ ہی کہا جاسکتا ہے، اسی کتاب مستطاب سے سفر حرمین شریفین کی روداد کا ترجمہ ہدیۂ ناظرین ہے۔ —— حبیب الرحمٰن قاسمی۔

جب حرمین شریفین کے سفر اور اس کار خیر کا داعیہ پختہ اور عزم مصمم ہوگیا تو ۸ ربیع الثانی ۱۱۴۳ھ کو قدوۃ اصحاب معرفت وعمدۃ ارباب حقیقت شیخ عبیداللہ سلمہم اللہ تعالیٰ (والد ماجد شیخ محمد عاشق پھلتی اور دیگر احباب واصحاب جن میں ایک شیخ محمد پھلتی مؤلف القول الجلی بھی شامل تھے) کے ہمراہ براہ لاہور (وطن مالوف) دہلی سے کوچ کیا، راستے میں "پانی پت" سے گذر ہوا تو شاہ شرف الدین قلندر، شاہ شمس الدین ترک اور شاہ جلال الدین قدس اسرارہم کے مزارات پر برائے فاتحہ گئے، یہاں سے چل کر سرہند پہونچے اور شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کے روضہ کی زیارت کی، اسی طرح لاہور وارد ہوا تو شیخ علی ہجویری رح کے مزار پر فاتحہ کے لئے گئے۔ لاہور کے بعد ملتان پہونچے تو شیخ بہاء الدین سہروردی اور شیخ رکن الدین قدس اسرارہم کی تربت پر فاتحہ پڑھا، ملتان میں طلبہ وعلماء کی ایک کثیر تعداد نے حضرت شاہ صاحب سے بیعت کی اور سلوک کے اوراد واشغال حاصل کئے، یہاں سے روانگی کے وقت بہت سے لوگوں نے سفر میں رفاقت کی خواہش ظاہر کی، مگر حضرت شاہ صاحب نے بہ مصلحت وقت انھیں تسلی دی اور واپس کر دیا۔

جب دیار سندھ سے گذر ہوا تو آپ کی آمد کی خبر سنکر اپنے اپنے مقامات سے لوگ ملاقات کے لئے دوڑ پڑے، جن میں سے ایک جماعت شرف زیارت سے فیض یاب ہوئی اور کچھ لوگ تاخیر سے پہونچنے کی وجہ سے ملاقات سے محروم رہ گئے، شہر ٹھٹھہ کے مضافاتی قصبہ نصرپور میں جب قافلہ پہونچا تو بہت سے علماء وفضلاء پانچ پانچ چھ چھ کوس سے مسافت طے کرکے رات کے وقت وہاں پہونچے اور اسی وقت خدمت میں باریابی حاصل کرکے سلسلۂ بیعت سے منسلک ہوگئے اور اپنی اپنی استعداد کے مطابق فیوض وبرکات سے مستفیض ہوئے، نصرپور کے بعد شہر ٹھٹھہ میں شرف نزول فرمایا وہاں بھی دیگر شہروں کی طرح تمام مقامی علماء اور صوفیاء خدمت میں حاضر ہوئے جن میں سے ایک بڑی جماعت نے بیعت کی سعادت بھی حاصل کی، یہیں حضرت شاہ صاحب کے تلمیذ مخدوم محمد معین (جو اس دیار کے علمائے کبار میں شمار ہوتے تھے اور کتاب وسنت وجمیع علوم منقول ومعقول میں تبحر تام رکھتے تھے، نیز قوم (یعنی صوفیا) کی اصطلاحات سے پوری واقفیت اور علم حقائق کے ادراک میں ذہن ثاقب کے مالک تھے اور حضرت شاہ صاحب کے جمال وکمال کے گرویدہ تھے)

خدمت میں حاضر ہوئے اور اس صحبت کو غنیمتِ کبریٰ سمجھ کر خوب خوب فیوض و برکات حاصل کئے، اور بیعت و ارشاد کی اجازت سے بہرہ یاب ہوئے۔

بندر سورت سے روانگی

چونکہ ہر مقام پر طلبہ و علماء کے قافلے زیارت و ملاقات کے لئے حاضر خدمت ہوتے رہے جس کی بنا پر راستے میں بہت زیادہ توقف ہوا، اور جہازوں کی روانگی کا وقت بالکل قریب آگیا، اس لئے ہم خدام کو اضطراب اور پریشانی لاحق ہوئی کہ مبادا ساحل پر پہونچنے سے پہلے ہی جہاز روانہ ہوجائیں اور ہم حج کی دولت سے محروم رہ جائیں، ہمارے اس اضطراب و بے چینی کو محسوس کرکے حضرت شاہ صاحب نے ہمیں اطمینان دلاتے ہوئے فرمایا (گھبراؤ نہیں) ان شاء اللہ اسی سال حج سے مشرف ہوں گے، الحاصل ہمارا قافلہ بندر سورت پر پہونچا جب کہ جہازوں کی روانگی کا وقت تقریباً گذر چکا تھا اور سارے جہاز مسافروں کو لے کر روانہ ہوچکے تھے، صرف ایک جہاز باقی رہ گیا تھا مگر وہ بھی مسافروں سے بھر چکا تھا، اس بنا پر بہت سارے لوگ واپس لوٹ رہے تھے مگر بفضل الٰہی ہمیں جگہ مل گئی، حضرت شاہ صاحب نے اس جہاز پر سوار ہونے کا ارادہ فرمایا تو اکثر احباب نے عرض کیا کہ جہازوں کے سفر کا وقت ختم ہوگیا ہے (اس لئے اب سفر مخدوش ہوگا) پھر یہ جہاز بھی نہایت خستہ حال ہے اور سست رفتار بھی ہے، خود جہاز رانوں کی گفتگو سے ظاہر ہوتا تھا کہ انھیں بھی اس جہاز پر اطمینان نہیں ہے اس لئے مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ توقف کیا جائے، احباب کے ان خدشات کو حضرت شاہ صاحب نے کوئی اہمیت نہیں دی اور قافلہ کو لے کر جہاز میں سوار ہوگئے اور فرمایا، ان شاء اللہ امسال حج خواہم کرد" ان شاء اللہ ہم اسی سال حج کریں گے، بہرحال جیسے ہی لنگر اٹھا اور جہاز روانہ ہوا (بفضلہ تعالیٰ) باد موافق چل پڑی (اور اپنی خستہ حالی و سست رفتاری کے باوجود) ۴۵ دن میں یہ جہاز جدہ پہونچ کر لنگر انداز ہوگیا، جہاز کی اس تیز رفتاری اور اس قدر جلد منزلِ مقصود پر پہونچ جانے سے دیگر جہاز رانوں کو حیرت ہوئی۔

مکہ معظمہ میں حاضری اور وہاں کے علماء و فضلاء سے ملاقات

۱۵ ذی قعدہ (۱۱۴۳ھ) کو مکہ معظمہ میں داخل ہوئے اور عمرہ تمتع ادا فرمایا، پھر ذی الحجہ میں ادائیگی حج سے بہرہ یاب ہوئے، مکہ معظمہ میں اقامت

کے دوران وہاں کے علماء و فضلاء سے علمی مذاکرے اور تبادلۂ خیالات ہوتے رہے۔

بعض علماء نے حضرت شاہ صاحب کے علمی مقام و مرتبہ کو معلوم کرنے کی غرض سے کچھ اہم علمی سوالات بھی کئے، حضرت شاہ صاحب نے ان کا نہایت شافی جواب دیا جس سے وہ سمجھ گئے کہ یہ جمیع علوم منقول و معقول میں سب پر فائق ہیں، تو ان کی جانب سے درس و افادہ کا اصرار ہوا، چنانچہ ان کے سوال و اصرار پر حضرت شاہ صاحب نے مسجد حرام میں حنفی مصلی کے قریب درس دینا شروع کر دیا، مستفیدین کی اس قدر کثرت ہوئی کہ حضرت شاہ صاحب کا سارا وقت درس و افادہ میں مشغول ہو گیا، اور حل دقائق و کشف معلقات میں آپ کی اس قدر شہرت ہوئی کہ وہاں کے علماء کبار علمی مشکلات میں آپ سے رجوع کرنے لگے۔ اور تھوڑے ہی دنوں میں وہاں کے علمی حلقوں میں آپ کی علمی عظمت و مرتبت کا سکہ ایسا بیٹھ گیا کہ وہاں کے اکابر علماء آپ کی صحبت کو غنیمت شمار کرتے لگے اور آپ کے ساتھ انتہائی توقیر و تعظیم کا معاملہ کرتے اور باہم کہتے کہ واللہ باللہ تمام اہل مکہ میں آپ کی علمی شان و مرتبہ کا کوئی نہیں ہے، بہت سے حضرات نے آپ سے گذارش کی کہ اب واپسی کا ارادہ فسخ کر کے یہیں توطن اختیار فرمالیں۔ اس وقت کے گورنر پاشا نے قیام کی ساری ضروریات کی کفالت کی ذمہ داری پر آمادگی کا اظہار بھی کیا مگر حضرت شاہ صاحب نے اسے قبول نہیں کیا، تو وہاں کے اکابر نے آخر میں یہاں تک فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ اہل مکہ کے ساتھ خیر کا ارادہ رکھتے ہیں تو آپ کو اسی جگہ مقیم کر دیں گے

مکہ معظمہ کے دوران قیام میں ایک سوڈانی عالم نے جو ایک عرصہ سے مکہ میں مجاور تھے خواب دیکھا کہ ایک عزیز ان سے کہہ رہے ہیں کہ اگر عقیدۂ اقطاب سیکھنا چاہتے ہو تو شیخ ولی اللہ سے استفادہ کرو، اس خواب کے بعد وہ سوڈانی عالم حضرت شاہ صاحب سے بیعت ہو گئے، اور سلوک کی تعلیم حاصل کر کے بعض اسرار سے ہم کنار ہوئے، بعد ازاں حرمین کے بہت سے حضرات نے آپ سے بیعت کی اور طریقت کے اوراد و اشغال کی تعلیم حاصل کی۔

مدینہ منورہ کی حاضری فریضۂ حج سے فراغت کے بعد دو ماہ مکہ معظمہ میں قیام رہا، بعد ازاں زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی غرض سے مدینہ منورہ روانہ ہوئے، اس بابرکت سفر میں بہت سارے اسرار آپ پر منکشف ہوئے، اور جب

مدینہ منورہ پہونچ کر روضۂ اقدس علی صاحبہا افضل الصلوات واتمہا التسلیمات کی زیارت سے مشرف ہوئے تو اپنی جانب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے غایت عنایات وکرامات مبذول پائی۔ روزانہ جب مواجہہ شریف میں مراقب ہوتے تو اسرار جدیدہ سے ہم کنار ہوتے، کوئی مجلس بھی اس فیضان سے خالی نہیں رہی۔

ایک بزرگ کا خواب

مدینہ منورہ حاضری سے پہلے ہی شیخ عبدالکریم انصاری نے (جو خادم رسول انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی اولاد میں تھے اور اہل مدینہ کے اکابر میں شمار ہوتے تھے) حضرت شاہ صاحب کو خواب میں دیکھا، علاوہ بریں مواجہہ شریفہ علی صاحبہا الصلوات انہا ومن التسلیمات اکملہا میں بھی آپ کی کرامت وبزرگی معلوم کی تھی، اسی بناء پر وہ آپ کے منتظر تھے۔ چنانچہ جب آپ مدینہ پہونچ گئے تو قافلہ والوں سے معلومات کرکے آپ کی خدمت میں تشریف لائے اور اپنے خواب کا ذکر کیا اور اسی کے ساتھ اپنی سند سے حدیث مسلسل بالاولیۃ کی اجازت بھی روضۂ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کے قریب مقام اصحاب صفہ میں عطا فرمائی

ایک عالم کی جانب سے دعوت طعام اور علمی سوالات

مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کے مدرسین میں سے شیخ طیب نے جن کا فضلاء مدینہ میں شمار تھا حضرت شاہ صاحب کی دعوت کی اور اس مناسبت سے شہر کے دیگر علماء وفضلاء کو بھی بلا رکھا تھا۔ چنانچہ حضرت شاہ صاحبؒ وقت پر پہونچے شیخ طیب نے دوران گفتگو حضرت شاہ صاحب سے دریافت کیا، آنجناب عربی میں تقریر پر قابو یافتہ ہیں، شاہ صاحب نے ازراہ تواضع فرمایا ہاں ٹوٹے پھوٹے انداز میں کچھ بول لیتا ہوں اس کے بعد انھوں نے کہا بہت سے علماء علمی تبحر اور حل دقائق کا دعویٰ کرتے ہیں، لیکن بعض معقولی مسائل کی تشریح اچھی طرح نہیں کرپاتے کہ اعتراض اپنی جگہ باقی رہتا ہے، جیسے کہ مسئلہ تجدد امثال، ہے کہ اشاعرہ اعراض میں اس کے قائل ہیں مگر جواہر میں اس کو جائز نہیں سمجھتے اس مسئلہ کی تحقیق اور دونوں صورتوں میں وجہ فرق کیا ہے؟

حضرت شاہ صاحب نے نہایت فصاحت وبلاغت کے ساتھ عربی میں اس مسئلہ پر تقریر فرمائی جسے سنکر مجلس میں موجود فضلاء عرب دنگ رہ گئے اور مسئلہ زیر گفتگو کی تحقیق میں ایسے دقیق نکات اور عمیق تدقیقات بیان فرمائیں کہ شیخ طیب نے اسے غنیمت کبریٰ خیال فرمایا۔

اور اس کے بعد پھر کبھی حضرت شاہ صاحب کے سامنے کسی علمی مسئلہ کو نہیں چھیڑا۔

ایک اور علمی سوال اور اس کا حل

مدینہ منورہ کے زمانہ قیام میں ایک عالم نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کی تصنیف غنیۃ الطالبین کی ایک عبارت پر جو حنفیہ سے متعلق ہے اشکال پیش کیا اور اس کے حل کے طالب ہوئے، حضرت شاہ صاحب نے تحریری طور پر اس کا ایسا جواب دیا جسے وہاں کے سارے علماء نے پسندیدگی کی نظر سے دیکھا شاہ صاحب نے اس مسئلہ سے متعلق تحریر فرمایا:

تفصیل اشکال

ایک صاحب نے حضرت امام الطریقہ قطب الحقیقہ شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے قول کے بارے میں سوال کیا کہ شیخ جیلانی قدس سرہٗ نے غنیۃ الطالبین میں فرقہ غیر ناجیہ کی قسمیں بیان کرتے ہوئے مرجیہ کے بارہ فرقوں کا ذکر کیا ہے جن میں احناف کو بھی شمار کیا ہے، پھر مرجیہ کے ان بارہ فرقوں کی تفصیل کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ حنفیہ ابو حنیفہ نعمان کے متبع ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ ایمان اقرار و تصدیق ہے یعنی اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور رسول جو کچھ منجانب اللہ لاتے ہیں کو ماننا اور زبان سے اس کا اقرار کرنا جیساکہ برہوتی نے کتاب الشجرہ میں لکھا ہے

حضرت شیخ جیلانی قدس سرہٗ کی اس عبارت پر دو اشکال وارد ہوتا ہے، اول یہ کہ جن حضرات علماء کے قول پر اعتماد کیا جاتا ہے ان سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حنفیہ اہل سنت میں سے ہیں، لہذا انھیں فرقہ مرجیہ میں شامل کرنا اور ان کی تضلیل و عدم نجات کا قائل ہونا کیونکر درست ہے؟

دوسرا اشکال یہ ہے کہ جس عقیدہ کی بنا پر فرقہ مرجیہ کو مرجیئہ کہا جاتا ہے اسے بیان کرنے کے بعد شیخ نے احناف کو بھی مرجیئہ کے زمرہ میں شمار کیا ہے جس کا اقتضاء یہ ہے کہ حنفیہ بھی اسی عقیدہ کو مانتے ہیں جس کے مرجیئہ قائل ہیں جب کہ واقعہ ایسا نہیں ہے، چنانچہ خود شیخ جیلانی قدس سرہٗ نے لکھا ہے کہ مرجیئہ کا خیال ہے کہ جس مکلف نے بھی لا الہ الا اللہ کا اقرار کرلیا اسے کوئی بھی گناہ ضرر نہیں پہنچا سکتا اور نہ وہ دوزخ میں جائیگا اور بلاریب حنفیہ اس عقیدہ سے بری اور پاک ہیں۔

جواب اشکال اس کے جواب میں ہم نے عرض کیا کہ ارجاء کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم کے ارجاء کا قائل اہل سنت سے خارج ہوجاتا ہے۔ دوسری قسم کے قائل ہونے سے اہل سنت سے خروج نہیں ہوتا۔ پہلے ارجاء کی تعریف یہ ہے کہ اس بات کا اعتقاد رکھنا کہ جس نے بھی زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرلی اسے کبھی گناہ نقصان نہیں پہونچا سکتا۔ دوسرے ارجاء کی تعریف یہ ہے کہ اس بات کا معتقد ہونا کہ عمل داخل ایمان نہیں ہے البتہ ثواب و عقاب اعمال پر مرتب ہوگا۔ اول ارجاء والوں کی تخطیہ وتضلیل پر صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے۔ اور ارجاء ثانی کے تخطیہ پر سلف کا اجماع ظاہر نہیں ہوا، بلکہ اس باب میں دلائل متعارض ہیں بہت سی آیات واحادیث اور آثار اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ایمان عمل سے الگ ایک شئی ہے اور بہت سے دلائل میں قول وعمل کے مجموعہ پر ایمان کا اطلاق ہوا ہے۔

اور درحقیقت یہ ایک لفظی نزاع ہے کیونکہ (جو حضرات عمل کو ایمان میں داخل نہیں مانتے اور جو حضرات قول وعمل کے مجموعہ کو ایمان کہتے ہیں) دونوں فریق کا اس پر اتفاق ہے کہ گنہ گار ایمان سے خارج نہیں ہوتا ہاں عقاب وعذاب کا مستحق ہے، پھر جن دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان قول وعمل کا مجموعہ ہے، ادنی توجہ سے انھیں ظاہر معنی سے پھیرا جاسکتا ہے۔

امام ابوحنیفہ اسی دوسری قسم کے ارجاء کے قائل ہیں اور کبار اہل سنت میں ہیں بلکہ امام اہل سنت ہیں، البتہ ان کے متبعین اور اہل مذہب میں مختلف رائے کے لوگ پیدا ہوگئے۔ بعض ان میں معتزلی عقیدہ کے تھے جیسے جبائی، ابوہاشم، زمخشری وغیرہ اور بعض مرجیہ تھے اور بعض ان کے علاوہ اور یہ سب صرف فروع میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے تابع تھے اصول اعتقاد یہ میں ان سے الگ تھے لیکن اپنے فاسد عقیدہ کو (اس کی تشہیر وتائید کی غرض سے) امام صاحب کی جانب منسوب کرتے تھے، نیز امام صاحب کے بعض اقوال سے (غلط طور پر) تمسک کرتے تھے جب حنفیہ میں سے اہل حق مثلاً طحاوی وغیرہ کو اس فتنہ کا ادراک ہوا تو انھوں نے اصول اعتقادیہ میں امام صاحب کے مذہب کو واضح کیا، اور مبتدعین نے جو غلط باتیں (تلبیسا) ان کی جانب منسوب کردی تھیں انھیں دفع کیا، ان امور سے وہ علماء واقف ہیں جن کے مطالعہ سے تمام مذاہب کی مصنفات گذرچکی ہیں۔

ان مقدمات کی تمہید کے بعد عرض ہے کہ شیخ جیلانی رحمہ اللہ نے فرقہ ضالہ (گمراہ فرقہ) ان اہل ارجاء کا ذکر کیا ہے جو اہل سنت سے خارج ہیں، اسی بنا پر ان کی وجہ تسمیہ میں ان کے عقائد کو بیان کیا ہے اور اس فرقہ میں حنفیہ میں سے ان لوگوں کو داخل کیا ہے جو فروع میں امام ابوحنیفہ کی اتباع کرتے ہیں اور (غلط) دعویٰ کرتے ہیں کہ امام صاحب ان کے ہم عقیدہ ہیں، اس کے بعد امام صاحب کے اقوال میں سے اس قول کو نقل کیا ہے جس سے یہ گمراہ لوگ (امام صاحب سے عقیدہ میں اپنی موافقت پر) استدلال اور تمسک کرتے ہیں، یعنی امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ ایمان نام اقرار کا ہے۔

اس تقریر سے شیخ جیلانیؒ پر وارد دونوں اعتراض باد رہوا ہو گئے اور واضح ہو گیا کہ شیخ جیلانیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کو (عقیدہ مرجیئہ سے) متہم نہیں کیا ہے بلکہ انھوں نے اس کی نسبت ان مرجیئوں کی جانب کی ہے جو فروع میں اپنے آپ کو امام صاحب کی طرف منسوب کرتے ہیں، اور ان کے ظاہر اقوال سے اپنے فاسد عقیدہ پر تمسک کرتے ہیں اور امام صاحب کے اقوال کو غلط معنی پہناتے ہیں، والحمد للہ علی ما انعم باظہار الحق۔

روایت حدیث کی اجازت

آغاز تعلیم و تحصیل ہی سے حضرت شاہ صاحب کو علم حدیث سے قلبی تعلق تھا، چونکہ مدینہ طیبہ حدیث پاک کا منبع و مرکز ہے اس لئے آپ کا ارادہ ہوا کہ کسی عالی سند شیخ سے کتب حدیث کی روایت اور سند حاصل کی جائے (اس وقت) شیخ ابو طاہر کردی مدنی (جو ایک معمر اور جامع علوم صوفی و محدث تھے) سے عالی سند مشائخ حرمین میں سے کوئی نہیں تھا اس لئے شاہ صاحب ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی طلب و خواہش کا اظہار کیا اور مکمل صحیح بخاری پچاس مجلسوں میں کچھ قرأۃً اور کچھ سماعاً پوری کر لی اور کامل سند دارمی مسجد نبوی میں محراب عثمانی کے قریب آٹھ مجلسوں میں سماعاً پڑھی اور بقیہ کتب حدیث کے اوائل پڑھ کر اجازت لی، اثناء درس میں (کبھی کبھی) شیخ مشکل و غامض احادیث کے معانی کی تحقیق شاہ صاحب سے دریافت کرتے تو بلا تامل فوراً شاہ صاحب ایسی عمدہ تحقیق بیان کرتے کہ شیخ حیرت میں پڑ جاتے کہ اس نو عمری میں یہ علوم و معارف کس طرح سے حاصل ہو گئے۔

ختم بخاری کے دن شیخ نے خوشی میں اپنی جانب سے دعوت کا اہتمام کیا اور اس موقع پر

شیخ نے شاہ صاحب کی بیحد عزت افزائی اور توقیر فرمائی، آخر میں جب شاہ صاحب کے بعض اسرار باطنی ان پر ظاہر ہوگئے تو اس وقت سے شاہ صاحب کے عقیدت مند ہوگئے اور استاذ و شیخ ہوتے ہوئے شاہ صاحب کے ساتھ شاگردوں جیسا معاملہ فرماتے اور تصوف وغیرہ کے بعض اشکالات جوان کے والد سے (حالانکہ وہ یکے از علماء محققین تھے) بھی حل نہ ہوسکے تھے شیخ صاحب نے ان کے حل و کشف کی فرمائش کی جنھیں شاہ صاحب نے تشفی بخش طور پر حل کر دیا (شاہ صاحب کے ان علمی واحسانی کمالات کے مشاہدہ اور تجربہ کی بناء پر شیخ غایت درجہ شاہ صاحب کا اکرام کرتے تھے) اور جب شاہ صاحب شیخ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ان پر نظر پڑتے ہی سروقامت کھڑے ہوجاتے خود اپنے ہاتھ سے فرش درست کرکے تکیہ رکھتے اور پورے جذبۂ توقیر و تعظیم کے ساتھ شاہ صاحب کو بیٹھاتے اور خود شاگردوں کی طرح سامنے بیٹھتے۔

اظہار تواضع واعتراف کمال

آخر میں جب شاہ صاحب نے شیخ سے تحریری اجازت نامہ کی درخواست کی تو فرمایا کہ میں اس قابل نہیں ہوں کہ آپ کو اجازت نامہ تحریر کردوں، میں نے تو خود آپ سے استفادہ کیا ہے، لیکن جب شاہ صاحب کی شدت اشتیاق کو محسوس فرمایا تو اجازت نامہ تحریر فرمادیا اور اس میں بھی واضح طور پر اسی پہلی بات کا اعتراف واظہار فرمایا، چنانچہ اجازت نامہ میں رقم بعض اشعار جو اس بات کے مظہر ہیں درج کئے جاتے ہیں

(۱) اجزتك لكن مثلكم من يجيزني ... ولم تستفد منّي ولكن تفيد ني

(۲) واكثر ما استادتني انت في غنى ... عنه بل في جبلة انت نقتني

(۳) فكم حكمة منكم تلقتها ولم ... تستفد معشار ماقد افدتني

(۴) وما كنت اهلا ان اجيزك انما ... دعوت فلبيت الندا اذ دعوتني[1]

ترجمہ (۱) میں نے آپ کو اجازت دی لیکن آپ جیسے (صاحب کمال) تو وہ ہیں جو مجھے اجازت دیتے ہیں، آپ نے مجھ سے استفادہ نہیں کیا ہے بلکہ مجھے فائدہ پہونچایا ہے۔

(۲) اکثر وہ علوم وآداب جو آپ نے مجھ سے حاصل کئے ہیں آپ کو ان کی چنداں احتیاج نہیں بلکہ

[1] ان اشعار کی کتابت میں بے پناہ غلطیاں ہیں غور و فکر کے بعد صحیح نقل کرنے کی کوشش کی گئی ہے، واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

ان کے اکثر میں آپ مجھ پر فائق ہیں۔

(۳) بہت ساری حکمتیں ہیں جنھیں میں نے آپ سے سیکھیں، آپ نے اس کا دسواں حصہ بھی مجھ سے حاصل نہیں کیا جس قدر فائدہ آپ نے مجھے پہونچایا۔

(۴) میں آپ کو اجازت دینے کا اہل نہیں تھا، بات تو صرف اتنی ہے کہ آپ نے مجھ کو آواز دی تو میں نے آپ کی آواز پر لبیک کہا۔

مختلف سلاسل تصوف کی اجازت شیخ ابوطاہر کردی رہ نے متعدد سلسلۂ تصوف یعنی شطاریہ، سہروردیہ، شاذلیہ، رفاعیہ، حدادیہ وغیرہ کی اجازت سے بھی شاہ صاحب کو مشرف فرمایا (ان جملہ سلاسل میں شیخ اپنے والد شیخ ابراہیم کردی قدس سرہٗ سے مجاز تھے، شیخ ابراہیم کردی رہ اپنے زمانہ کی مشاہیر صوفیا اور محدثین میں سے تھے) اور منبر نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے قریب اپنے ہاتھوں سے شاہ صاحب کو خرقہ وکلاہ پہنایا

شیخ کے حکم سے ایک رسالہ کی تالیف (قیام مدینہ کے زمانہ میں ایک دن شاہ صاحب نے حضرت مجدد الف ثانی کے رسالہ رد روافض فارسی کا تذکرہ اپنے شیخ حدیث شیخ ابوطاہر جمال الدین محمد مدنی کردی کورانی سے کیا تو شیخ نے اس کی تعریب کا حکم دیا) چنانچہ شیخ کی حسب مرضی شاہ صاحب نے ترجمہ کرکے مزید فوائد کا اضافہ کرکے ایک رسالہ بنام المقدمۃ السنیۃ فی الانتصار للفرقۃ السنیۃ مرتب کردیا، جس کی فصاحت وبلاغت کو دیکھ کر علماء عرب متحیر رہ گئے، شیخ نے وہ رسالہ کاتب حروف (شیخ محمد عاشق پھلتی) سے نقل کراکر اپنے پاس رکھ لیا۔

شاہ صاحب کا ایک دوسرا رسالہ بنام "القول الجمیل فی بیان سواء السبیل" جو سلسلۂ قادریہ، نقشبندیہ اور چشتیہ کے اشغال کے بیان میں ہے، علاوہ ازیں شاہ صاحب کو اس زمانہ میں حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے جو اسرار ومشاہدات حاصل ہوئے تھے، شاہ صاحب نے انھیں قلم بند کرلیا تھا، یہ دونوں رسالے شیخ نے خود اپنے قلم سے نقل کرکے حضرت کو سنایا

مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کو واپسی اور بوقت واپسی شیخ کا اکرام جب شاہ صاحب شیخ سے رخصت ہو کر

عازم مکہ معظمہ ہوئے تو شیخ نے گھر سے نکل کر کافی دور تک مشایعت فرمائی، شیخ کے فرزند اور دیگر اعزہ تین کوس تک حضرت شاہ صاحب کے ہم رکاب رہے، راستے میں شاہ صاحب جب کسی جگہ (برائے استراحت) بیٹھتے تو یہ حضرات اپنے کپڑے حضرت کے پیر پر ڈال دیتے اور بوقت رخصت فیض صحبت سے محرومی پر اظہار تاسف کیا۔

مکہ معظمہ میں دوبارہ حاضری مدینہ منورہ سے چل کر ۱۵ رشعبان ۱۱۴۴ھ کو دوبارہ مکہ معظمہ پہونچے، سب سے پہلے عمرہ فرمایا، ماہ رمضان میں بھی متعدد عمرے کئے اور ماہ رمضان کے اخیر عشرہ میں مسجد حرام میں بمواجہ بیت اللہ اعتکاف فرمایا، مکہ معظمہ میں جب تک قیام رہا وہاں کے لوگ آپ سے فیوض ظاہری و باطنی حاصل کرتے رہے، اسی وقفہ قیام میں رسالہ فیوض الحرمین تالیف فرمایا اور حرمین شریفین میں جو حقائق و دقائق اور غوامض و اسرار منکشف ہوئے تھے سب اس رسالہ میں درج کیا۔

بعض تصانیف کی شہرت و مقبولیت شاہ صاحب کے دو رسالے "القول الجلیل فی بیان سواء السبیل" اور المقدمۃ السنیۃ فی الانتصار الفرقۃ السنیہ حرمین شریفین میں خوب مشتہر ہوئے، القول الجلیل کو دیار مغرب اور بصرہ مصر، فلاں وغیرہ کے علماء نقل کر کے لے گئے اور شاہ صاحب سے اس کی اجازت بھی لی، المقدمۃ السنیہ تاتار تک پہونچا، رسالہ فیوض الحرمین بھی بعض مخصوص حضرات کو عنایت ہوا۔

شاہ صاحب کی والدہ محترمہ کی وفات مجاورت بیت اللہ کے زمانہ میں بندہ سے کئی بار فرمایا کہ جب کبھی گھر کی جانب توجہ ہوتی ہے تو یک گونہ غم واندوہ کی تیرگی اور خانگی انتظام میں انتشار کی کیفیت محسوس ہوتی (اس گفتگو پر) چند ہی دن گذرے تھے کہ شاہ صاحب کی والدہ ماجدہ کی وفات کی خبر پہونچی، اس موقع پر اکابر مکہ نے مراسم تعزیت ادا کئے، بعد میں شاہ صاحب نے فرمایا وہ تیرگی جو محسوس ہو رہی تھی اس کا سبب یہی (والدہ کی وفات) تھا۔

وطن کو مراجعت (چودہ ماہ حرمین شریفین میں گذار کر وہاں کے فیوض ظاہری و باطنی سے مالامال ہو کر) وطن واپسی کا ارادہ ہوا، جہاز پر سوار ہوئے تو پھر

بفضلہ تعالیٰ ہوا موافق و سازگار رہی، اور صرف ۲۳ دن میں جدہ سے چل کر بندر سورت پر پہنچ گئے، چند دن سورت میں قیام فرماکر براہ دکن سوئے وطن روانہ ہوئے، راہ میں جس شہر سے بھی گذر ہوا وہاں کے علماء و مشائخ نے نہایت گرم جوشی کے ساتھ آپ کا استقبال کیا۔

گوالیار پہونچے تو شیخ نامن اور شیخ محمد غوث قدس سرہما کے مزارات پر گئے، اور ایصال ثواب کیا، اسی طرح جب اکبرآباد پہونچے تو شیخ امیر ابوالعلاءؒ کے مزار پر حاضر ہوئے اور ان کے برکات و حسنات کا تذکرہ فرمایا، وہاں سے چل کر ۱۴ رجب ۱۱۴۵ھ کو باخیر و خوبی دارالخلافہ شاہ جہاں آباد (دہلی) میں شرف نزول فرمایا، وطن سے روانگی اور واپسی دونوں کی تاریخیں خود شاہ صاحب نے یوں نظم کی ہے۔

(تاریخ روانگی)

زدہلی بر آمادلی بہر حج ٭ بہشتم صباح از ربیع دوم
ہزار و صد و چہار و سہ سال بود ٭ کہ ایں داعیہ گشت با فعل ضم

(تاریخ واپسی)

دلی چوں بسے از حج بدہلی رسیدہ ٭ سر آمد سفر منقطع گشت رنج
بتاریخ رابع عشر از رجب ٭ ز سال ہزار و صد و چہل و پنج

آپ کے برادر خورد شاہ اہل اللہ دہلوی نے پہلے حج کی تاریخ یوں نظم کی ہے۔

بدل می داشتم عمرے کردم احرام حج کوشم
بحمد اللہ المنۃ بداں مقصد ہم آغوشم
زہاتف سال تاریخ نخستیں طوف می جستم
قبلت منک طاعاتک رسید از غیب در گوشم